❁❁❁ تقریر ❁❁❁

ملت کے اِس فدائی پر رحمت خدا کرے

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗۤ اٰتَیۡنٰہُ حُکۡمًا وَّعِلۡمًا ؕ وَکَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ (یوسف:23)

اور جب وہ اپنی مضبوطی کی عمر کو پہنچا تو اسے ہم نے حکمت اور علم عطا کئے اور اسی طرح ہم احسان کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔

وہ سچا فدائی تھا ملت کا برحق، خدا اس پہ بارش کرے رحمتوں کی
لہو دے کے زندہ کیا دیں کو اس نے ، وہ ٹھہرا ہے رازِ دوامِ خلافت
کریں اپنی نیکی کے معیار اُونچے کہ مانا ہے ہم نے مسیحِ زماں کو
دعا ہے کہ ہم اس بلندی کو چھو لیں ہوا جس غرض سے قیامِ خلافت

سامعین! آج مجھے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے منظوم کلام کے آخری شعر کے دوسرے مصرع **"ملت کے اِس فدائی پر رحمت خدا کرے"** پر روشنی ڈالنی ہے۔ یہ مکمل شعر یوں ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملّت کے اِس فدائی پر رحمت خدا کرے

پیارے دوستو! حضرت مصلح موعودؓ 1889ء کو پیدا ہو کر 76 برس کی عمر پا کر 1965ء کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اِن 76 سالوں میں آپؓ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے وہ ایک الگ سے دفتر ہے اور ایک کھلا باب ہے۔ یا یوں کہہ لیں کہ آپؓ اپنی ذات ایک دفتر تھے، ایک باب تھے، ایک کھلی ہوئی کتاب تھے جن کی سیرت، شمائل واخلاق، علم و اخلاقیات اور کارناموں پر آپ کی پیدائش سے لے کر اب تک 135 سالوں میں اپنوں اور غیروں نے لاکھوں صفحات لکھ ڈالے۔ بالخصوص آپؓ کی وفات کے بعد 59 سالوں میں دنیا بھر کے مربیان، مبلغین، معلمین، خطیبوں، مقررین، مضمون نگاروں، شعراء اور خلفائے کرام نے آپؓ اور آپؓ کے کاموں کو دنیا میں زندہ رکھا ہے۔ اِس پر یہ برملا کہا جا سکتا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کا یہ شعر حقیقت بن کر صفحہ ہستی پر اُبھرا ہے۔ اگر صرف خلافتِ خامسہ کے 21 سالہ بابرکت دور پر نگاہ ڈالیں تو آپ ایدہ اللہ تعالیٰ نے قریباً ہر سال یوم مصلح موعود کے موقع پر دلکش، دلربا اور پُر معارف طویل خطبات ارشاد فرمانے کے علاوہ بیسیوں خطبات و خطابات میں آپؓ کے کارناموں پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ خطبات اور لیکچرز اپنی ذات میں ہمارے لئے ایک رہنما اصول اور سکیل کے طور پر موجود ہیں جنہیں سُن اور پڑھ کر درود شریف میں موجود الفاظ "آلِ محمد" میں آپؓ کی ذات کو شامل کرکے درود پڑھنے کو دل کرتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ

سامعین! افریقہ کے جنگلات اور صحراؤں میں جہاں حضرت مصلح موعودؓ نے مادی وجسمانی لحاظ سے قدم نہیں رکھا وہاں ہمارے ابتدائی مجاہد مبلغین نے جس اعلیٰ رنگ میں اسلام احمدیت کا پیغام پہنچایا ہے اور حضرت مصلح موعودؓ کے وضع کردہ اصولوں اور طریق کار کو سامنے رکھ کر اُن کی تعلیم وتربیت کی ہے آج بھی اُن کے سامنے آپؓ کا نام آنے پر اُن مخلصین کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں اور زبانوں پر درود جاری ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اِس عظیم انسان کی کاوشوں سے ہم انسان کہلانے کے قابل ہوئے۔

سامعین! فدائی اُمّت حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ پر رحمت کی دعائیں بھیجنے کا مضمون بہت طویل ہے۔ سر دست اُن ادیبوں اور عالموں کے بیانات اور خیالات کو یہاں بیان کر رہا ہوں جو غیر از جماعت تھے اور جنہوں نے آپؓ کی کتب پڑھ کر اور لیکچرز سُن رکھی تھیں۔ آپؓ کی زندگی میں ان پر تبصرے اور خیالات کا اظہار بھی کر چکے تھے جو نیشنل اور انٹر نیشنل اخبارات اور جرائد کی زینت بنتے رہے۔ آپؓ کی وفات پر جو تبصرے آپؓ کی شخصیت، آپؓ کے مدبّرانہ خیالات اور اولوالعزمی پر کئے میں آج اِن سب کو اِس لئے بیان کر رہا ہوں کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ اپنوں نے تو اُس محبت، فدائیت اور محبانہ تعلق کی بناء پر آپؓ کا ذکرِ خیر کرنا ہی تھا۔ مگر غیر کیا کہتے ہیں وہ سنتے ہیں۔ ویسے بھی عنوان کے الفاظ پر غور کریں تو ملّت کے اِس فدائی کے الفاظ ہیں تو لازم تھا کہ ملّت ہی کے لوگ اِس فدائی اُمّت پر رحمت کی دعائیں کرتے۔ آپؓ کو دعائیں دیتے اور ذکرِ خیر کرتے۔

سامعین! سید عبد القادر صاحب ایم اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور حضورؓ کے لیکچر ''اسلام میں اختلافات کا آغاز'' کو سن کر کہتے ہیں کہ ''فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نام نامی اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ یہ تقریر (**اسلام میں اختلافات کا آغاز**) نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شدبد ہے اور **میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان بہت تھوڑے مؤرخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد کے اختلافات کی تہہ تک پہنچ سکے ہیں اور اس مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصلی وجوہات کو سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو نہ صرف خانہ جنگی کے اسباب سمجھنے میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مسلسل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے جن کی وجہ سے ایوان خلافت مدت تک تزلزل میں رہا۔**

میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہو گا۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد کی جس قدر اصلی اسلامی تاریخوں کا مطالعہ کیا جائے گا اسی قدر یہ مضمون سبق آموز اور قابلِ قدر معلوم ہو گا۔''

(اسلام میں اختلافات کا آغاز صفحہ تمہید مطبوعہ نومبر 1930ء)

سامعین! اسلام کے اقتصادی نظام پر حضورؓ کی تقریر کی صدارت مسٹر رامچند مچندہ صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور نے کی تھی۔ اس پُر شوکت تقریر کے بعد صدر جلسہ جناب لالہ رامچند مچندہ صاحب نے ایک مختصر تقریر کی کہ ''میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مجھے ایسی قیمتی تقریر سننے کا موقع ملا اور مجھے اِس بات سے خوشی ہے کہ تحریک احمدیت ترقی کر رہی ہے اور نمایاں ترقی کر رہی ہے۔ جو تقریر اِس وقت آپ لوگوں نے سنی ہے اس کے اندر نہایت قیمتی اور نئی نئی باتیں حضور نے بیان فرمائی ہیں۔ مجھے اس تقریر سے بہت فائدہ ہوا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں نے بھی اِن قیمتی معلومات سے بہت فائدہ اٹھایا ہو گا۔ مجھے اس بات سے بھی بہت خوشی ہوئی ہے کہ اس جلسہ میں نہ صرف مسلمان بلکہ غیر مسلم بھی شامل ہوئے ہیں... پہلے تو میں سمجھتا تھا اور یہ میری غلطی تھی کہ اسلام صرف اپنے قوانین میں مسلمانوں کا ہی خیال رکھتا ہے غیر مسلموں کا کوئی لحاظ نہیں رکھتا مگر آج حضرت امام جماعت احمدیہ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام تمام انسانوں میں مساوات کی تعلیم دیتا ہے اور مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ میں غیر مسلم دوستوں سے کہوں گا کہ اس قسم کے اسلام کی عزت و احترام کرنے میں آپ لوگوں کو کیا عذر ہے؟ آپ لوگوں نے جس سنجیدگی اور سکون سے اڑھائی گھنٹہ تک حضور کی تقریر سنی ہے اگر کوئی یورپین اس بات کو دیکھتا تو وہ حیران ہوتا کہ ہندوستان نے اتنی ترقی کر لی ہے۔''

پھر تبصرہ لکھنے والے لکھتے ہیں کہ ''...اس حقیقت سے ہم انکار نہیں کر سکتے کہ آپ موجودہ زمانہ میں ہندوستان کے بہترین عالم ہیں''

(خطبہ 17 فروری 2023ء)

سامعین! سید عبد القادر صاحب ایم اے وائس پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور نے اسلام اور اشتراکیت کے عنوان پر اخبار سن رائز لاہور میں ایک نوٹ دیا جس کا کچھ حصہ یہ ہے۔ لکھتے ہیں کہ ''اسلام کا اقتصادی نظام اور کمیونزم کے موضوع پر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کا لیکچر سننے کا مجھے بھی فخر حاصل ہوا۔ یہ لیکچر بھی آپ کے دوسرے لیکچروں کی طرح جو مجھے سننے کا اتفاق ہوا ہے عالمانہ خیالات میں جلا پیدا کرنے والا اور پُر از معلومات تھا۔ مرزا صاحب خداداد قابلیت کے مالک ہیں اور اس موضوع کے ہر پہلو پر آپ کو پورا پورا عبور حاصل ہے۔ اس وجہ سے آپ کے خیالات اس بات کے مستحق ہیں کہ ہم ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ان پر توجہ کریں۔''

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 499)

پھر اس لیکچر کے جب مختلف زبانوں میں ترجمے بھی ہوئے۔ اس کے تراجم پڑھ کر غیر ملکی پریس اور پڑھے لکھے طبقہ نے بھی سراہا۔ چنانچہ سپین کے سپریم ٹریبونل کے پریذیڈنٹ ایس وائی ڈی جوس کاسٹن (S.Y.D.Jose Castan) نے یہ پڑھ کے مولوی کرم الٰہی صاحب ظفر کو لکھا کہ ''میں آپ کے نوازش نامہ کا بہت شکر گزار ہوں۔ اس کے ساتھ ایک بہترین کتاب ہے جس کے مطالعہ نے میری طبیعت پر نہایت شاندار اور اعلیٰ تاثرات پیدا کئے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ (اللہ تعالیٰ) آپ کو اس ملک (سپین) میں اور اس کے باہر بھاری کامیابی عطا کرے گا۔ کتاب حالات حاضرہ کے متعلق نہایت دلچسپ ہے۔''

(تاریخ احمدیت جلد 12 صفحہ 35)

اخبار روشنی سری نگر کا تبصرہ

سامعین! پھر حضرت مصلح موعودؓ کی وفات پر اخبار ''روشنی'' سری نگر نے 11/نومبر 1965ء میں لکھا کہ ''آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے اولین صدر جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ایک جید عالم اور مفکر تھے۔ تقریر کرنے میں شاید ہی کوئی آپ کا ثانی تھا۔ یہاں تک کہ ''اسلام کا اقتصادی نظام'' اور ''اسلام کا نظام نو'' جیسے دقیق موضوعات پر ایک ایک ہی صحبت میں جو تقاریر ہوئیں وہ کتابی صورت میں شائع ہو کر مقبول عام ہو چکی ہیں۔ آپ کے عالم و فاضل ہونے کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ انٹرنیشنل کورٹ آف جسٹس کے جج جسٹس سر ظفر اللہ خان صاحب بھی آپ کے مریدوں میں سے ہیں اور انہی کے الفاظ میں آپ کی ذات صفات حسنہ کا ایک ایسا دلکش مجموعہ پیش کرتی ہے جس کا ایک شخص کے وجود میں ہونا بہت نادر ہے... ظاہری اور باطنی علوم کا سرچشمہ بھی ہیں۔ آپ تخیل اور عمل کے میدانوں کے یکساں شہسوار ہیں۔ آپ کی زندگی کا بہت سا حصہ ذکر و فکر میں گزرتا ہے لیکن میدان عمل میں آپ ایک اولوالعزم اور جری قائد بھی ہیں... جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا ہر کشمیری دل سے مداح ہے کیونکہ **تحریک حریت کشمیر میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ 1931ء میں جب تحریک کشمیر شروع ہوئی تو آپ ہی آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے اولین صدر تھے اور یہ آپ ہی کی کوششوں کا ثمرہ تھا کہ تحریک پروان چڑھی اور اس کا غلغلہ چاردانگ عالم میں ہوا۔**''

(تاریخ احمدیت جلد 23 صفحہ 184-185)

سامعین! پھر ویمبلے کانفرنس میں آپؓ کا جو مضمون پڑھا گیا اس میں غیروں کے تاثرات کیا تھے۔ مضمون کے خاتمے پر پریذیڈنٹ نے مختصر الفاظ میں ریمارکس دیتے ہوئے کہا کہ ”مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مضمون کی خوبی اور لطافت کا اندازہ خود مضمون نے کرا لیا ہے۔ میں صرف اپنی طرف سے اور حاضرین جلسہ کی طرف سے مضمون کی خوبی ترتیب، خوبی خیالات اور اعلیٰ درجہ کے طریقِ استدلال کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حاضرین کے چہرے زبانِ حال سے میرے اس کہنے کے ساتھ متفق ہیں اور مَیں یقین کرتا ہوں کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ مَیں ان کی طرف سے شکریہ کرنے میں حق پر ہوں اور ان کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا ہوں۔ پھر حضرت صاحب کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا کہ

مَیں آپ کو لیکچر کی کامیابی پر مبارکباد عرض کرتا ہوں آپ کا مضمون بہترین مضمون تھا جو آج پڑھے گئے۔“

رپورٹ لکھنے والے لکھتے ہیں ”... ایک صاحب حضرت کے حضور حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ہندوستان میں تیس سال کام کیا ہے اور مسلمانوں کے حالات اور دلائل کا مطالعہ کیا ہے۔ کیونکہ میں ایک مشنری کی حیثیت سے ہندوستان میں رہا ہوں مگر جس خوبی، صفائی اور لطافت سے آپ نے آج کے مضمون کو پیش کیا ہے مَیں نے اس سے پہلے کبھی کسی جگہ بھی نہیں سنا۔ مجھے اس مضمون کو سن کر کیا بلحاظ خیالات، کیا بلحاظ ترتیب اور کیا بلحاظ دلائل بہت گہرا اثر ہوا ہے۔“

(الفضل 23 اکتوبر 1924ء جلد 12 نمبر 45 صفحہ 4)

سامعین! 1924ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جب یورپ تشریف لے گئے تو راستہ میں عرب ممالک میں بھی قیام فرمایا اور اس دوران عرب ممالک کے پریس نے بھی آپؓ کے متعلق اپنے تاثرات شائع کیے۔ چنانچہ اخبار فَتَی الْعَرَب دمشق اپنی دس اگست 1924ء کی اشاعت میں لکھتا ہے ”یہ خلیفہ صاحب اپنی عمر کے چالیسویں سال میں ہیں۔ منہ پر سیاہ کشادہ داڑھی رکھتے ہیں۔ چہرہ گندم گوں ہے اور جلال و وقار چہرہ پر غالب ہے۔ دونوں آنکھیں ذکاء و ذہانت اور غیر معمولی علم و عقل کی خبر دے رہی ہیں۔ آپ ان کے چہرہ کے خد و خال میں جبکہ وہ اپنی برف کی مانند سفید پگڑی پہنے کھڑے ہوں یہ دماغی قابلیتیں دیکھیں تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ آپ ایک ایسے شخص کے سامنے ہیں جو آپ کو قبل اسکے کہ آپ اسے سمجھیں خوب سمجھتا ہے اور آپ کے لبوں پر تبسم کھیلتا رہتا ہے۔ جو کبھی ظاہر اور کبھی پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اگر آپ اس کیفیت کو دیکھیں تو آپ اس تبسم کے نیچے جو معنی ہیں اور جو اس میں جلال ہوتا ہے اس سے حیران ہو جائیں گے۔“

(ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعود نمبر جون، جولائی 2008ء صفحہ 320)

سامعین! مولانا عبد الماجد دریا آبادی مفسرِ قرآن اور مدیر ”صدقِ جدید“ نے حضور کی وفات پر لکھا کہ:

”قرآن اور علومِ قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی، اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں، اُن کا اللہ انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح و تبیین اور ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ ہے“

(سوانح فضل عمر جلد سوئم)

سامعین! اخبار امروز لاہور نے 30، مئی 66ء کی اشاعت میں تفسیر صغیر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ ”قرآن حکیم پوری بنی نوع انسان کے لئے رشد و ہدایت کا منبع و سرچشمہ ہے۔ ازل سے رہتی دنیا تک یہ کتاب مبین انسانوں کو دینی اور دنیوی معاملات میں عدل کا راستہ دکھاتی رہے گی اور بھولے بھٹکوں کو صراط مستقیم پر لاتی رہے گی۔“ کاش کہ آج کے علماء بھی یہ سمجھیں۔ ”قرآن مجید ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ قرآن کریم ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ، کوئی سا گوشہ اور کوئی سا مرحلہ ایسا نہیں ہے جہاں ہم قرآن سے استمداد نہ کر سکتے ہوں لیکن ظاہر ہے کہ اس کے لئے مطالبِ قرآن پر حاوی ہونا لازم ہے۔ جب تک قرآن میں منضبط احکام خداوندی کے مفاہیم کا انشراح ہی نہ ہو گا رشد و ہدایت کا سلسلہ کیسے شروع ہو گا۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر قرآنی مطالب کی تشریح و تفسیر کا سلسلہ شروع ہوا اور نزولِ قرآن سے لے کر اَب تک اور پھر ابد تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ جن لوگوں نے قرآن فہمی عام کرنے کے سلسلہ میں کوئی سا حصہ بٹایا ہو یقیناً تشکر کے سزاوار ہیں۔ مفسرین نے اپنے اپنے دَور میں قرآنی بصیرت کو عام کرنے میں جو کاوشیں کیں وہ اس لحاظ سے بھی مستحسن قرار پائیں گی کہ اس طرح تفسیر قرآن نے ایک باقاعدہ تحریک کی شکل اختیار کر لی اور مطالب و معانی کے ابلاغ کے باب میں تفحص کی ایک پختہ روایت قائم ہو گئی۔ بحمد للہ۔ یہ سلسلہ جاری ہے اور رہے گا..... اس وقت تفسیر صغیر پیش نظر ہے۔ یہ تفسیر احمدیہ جماعت کے پیشوا الحاج مرزا بشیر الدین محمود مرحوم کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔ قرآن کے عربی متن کے اردو ترجمے کے ساتھ کئی مقامات کی تشریح کے لئے حواشی اور تفصیلی نوٹ دیئے گئے ہیں۔ ترجمے اور حواشی کی زبان نہایت سادہ اور آسان فہم ہے۔“

(تاریخ احمدیت جلد 19 صفحہ 541-542)

سامعین! ہفت روزہ قندیل اپنی 19، جون 1966ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ ”انجمن حمایت اسلام لاہور اور تاج کمپنی لمیٹڈ کی طرف سے قرآنِ حکیم کی طباعت میں جو خوش ذوقی کا ثبوت دیا جاتا رہا ہے وہ قابلِ تحسین ہے..... تفسیر صغیر کی اشاعت سے اس روح آفرین سعی میں اضافہ ہوا ہے... تفسیر صغیر میں ترجمہ اور تفسیر امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ ترجمہ اور حواشی کی زبان عام فہم ہے تاکہ ہر علمی استعداد کا آدمی اس سے مستفید ہو سکے۔ ترجمہ اور تفسیر میں یہ التزام بھی ہے کہ جملہ تفاسیر متقدمین آخر تک پیشِ نظر رکھی گئی ہیں... قرآنِ مجید کو اس خوبصورتی سے طبع کرا کے شائع کرنا ایک بہت بڑی خدمت اسلام ہے۔“

(الفضل 23 جون 1966ء صفحہ 5)

سامعین! ایک مشہور سکالر اے جے آربری (A J Arberry) نے لکھا کہ "قرآن شریف کا یہ نیا ترجمہ اور تفسیر ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ موجودہ جلد اس کارنامہ کی گویا پہلی منزل ہے۔ کوئی پندرہ سال کا عرصہ ہوا جماعت احمدیہ قادیان کے محقق علماء نے یہ عظیم الشان کام شروع کیا اور کام حضرت اقدس مرزا بشیر الدین محمود احمد کی حوصلہ افزاء قیادت میں ہوتا رہا۔ کام بہت بلند قسم کا تھا یعنی یہ کہ قرآن شریف کے متن کی ایک ایسی ایڈیشن شائع کی جائے جس کے ساتھ ساتھ اس کا نہایت صحیح صحیح انگریزی ترجمہ ہو اور ترجمہ کے ساتھ آیت آیت کی تفسیر ہو...شروع میں ایک طویل دیباچہ ہے جو خود حضرت مرزا بشیر الدین نے رقم فرمایا ہے...اگر ہم اس کام کو اسلام کے ذوقِ علم تحقیق کی عظیم یادگار کہہ کر پیش کریں تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ اس کی تیاری کے ہر مرحلہ پر مستند کتب تفسیر ولغت و تاریخ وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ان کتب کی طویل فہرست پڑھنے والے کو متاثر کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ترجمہ و تفسیر کے تیار کرنے والوں نے نہ صرف تمام مشہور عربی تفسیروں کو زیر مطالعہ رکھا ہے بلکہ ان کے ساتھ ساتھ یورپین مستشرقین نے تنقیدی رنگ میں جو کچھ لکھا ہے اسے بھی مدنظر رکھا ہے۔ اگر صرف ترجمہ پر نظر ڈالی جائے تو کہنا پڑتا ہے کہ ترجمہ کی انگریزی، غلطیوں سے پاک اور بڑی پُروقار ہے...غیر مسلم معترضین کے اعتراضوں کا ردّ بھی اس میں ہے اور دوسرے مذاہب پر مناسب تنقید بھی، غیر مسلم پڑھنے والوں کو اس کے کئی حصے یک طرفہ اور معترضانہ رنگ لئے ہوئے معلوم ہوں گے لیکن یاد رہے یہ حصے بھی خلوص نیت سے لکھے گئے ہیں اور نہایت توجہ سے پڑھے جانے کے لائق ہیں۔ ان سے پتہ لگتا ہے کہ متقی اور اہل علم مسلمان جب دوسرے مذاہب کی روایتی تعلیموں پر اعتراض کرتے ہیں تو ایسا کیوں کرتے ہیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 672-673)

سامعین! ایک ڈاکٹر چارلس ایس بریڈن (Charles S. Braden) صدر شعبہ تاریخ وادب مذہبیات نارتھ ویسٹرن یونیورسٹی ایونسٹن (Evanston) امریکہ نے لکھا "کتاب کی طباعت نہایت عمدہ ہے، ٹائپ بھی اعلیٰ ہے اور سہولت سے پڑھا جا سکتا ہے۔ بحیثیت مجموعی انگریزی زبان کے اسلامی لٹریچر میں یہ ایک قابلِ قدر اضافہ ہے جس کے لئے دنیا جماعت احمدیہ کی از حد ممنون ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 10 صفحہ 674)

پھر ایک مشہور مسیحی اخبار النصر نے لکھا کہ "جماعت احمدیہ نے امریکہ اور یورپ کے براعظموں میں ثقافت اسلامیہ کی اشاعت کا نمایاں کام کیا ہے اور یہ کام لگاتار مبلغین کی روانگی سے ہو رہا ہے اور مختلف کتب و اشتہارات کی اشاعت سے بھی جن کے ذریعہ فضائل اسلام اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو بیان کیا جاتا ہے۔ ہمیں قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ دیکھ کر بہت ہی خوشی ہوئی ہے۔ یہ ترجمہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ کی زیر نگرانی کیا گیا ہے۔ ترجمہ قرآن مجید جاذب نظر اور ناظرین کے لئے قرۃ العُیون ہے۔ یہ ترجمہ بلند پایہ خیالات کا حامل ہے... قرآنی آیات ایک کالم میں درج ہیں اور دوسرے کالم میں بالمقابل ان کا ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ بعد ازاں مفصل تفسیر کی گئی ہے۔ مطالعہ کرنے والا ان تفاسیر جدیدہ میں مستشرقین اور یورپین معاندین کے اعتراضات کے مفصل جوابات پاتا ہے...یہ امر قابل ذکر ہے کہ امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اس ترجمہ کے ساتھ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بھی تحریر فرمائی ہے اور یہ سیرت و ترجمہ بے نظیر ہیں۔"

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 675-676)

سامعین! ایک سیاستدان اور عالمِ دین مولانا محمد علی جوہر صاحب نے اپنے اخبار ہمدرد 26 ستمبر 1927ء میں لکھا کہ "ناشکری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد اور ان کی اس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنھوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کر دی ہیں۔ یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاست میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم، تبلیغ و تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں اور وہ وقت دُور نہیں جبکہ اس منظم فرقے کا طرزِ عمل سواد اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمتِ اسلام کے بلند بانگ دور باطن ہیچ دعاوی کے خُوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا"

(ماہنامہ خالد سیدنا مصلح موعودؓ نمبر۔ جون، جولائی 2008ء صفحہ 320-321)

سامعین! جب آل انڈیا کشمیر کا قیام عمل میں آیا تو خواجہ حسن نظامی دہلوی مدیر اخبار "منادی" کو حضورؓ کی شخصیت کا قریب سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ انہوں نے حضور کی قلمی تصویر کھینچتے ہوئے لکھا:

"مرزا محمود احمد دراز قد، دراز ریش، گندمی رنگ، بڑی بڑی آنکھیں، عمر چالیس سے زیادہ، ذات مغل، پیشہ امامت اور مسیح موعود کی پیشوائی، پنجاب کے قصبہ قادیان میں رہتے ہیں۔ ان کے والد نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ امام مہدی ہیں اور حضرت عیسیٰ بھی ہیں اور سری کرشن بھی ہیں۔ اب یہ اپنے والد کے قائم مقام اور خلیفے ہیں آواز بلند اور مضبوط ہے۔ عقل دور اندیش اور ہمہ گیر ہے۔ کئی بیویوں کے شوہر اور کئی بچوں کے باپ اور کثیر تعداد انسانوں کے رہنما ہیں۔ اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں ان کی عملی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔ انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کر کے اپنی مغلئی جوانمردی کو ثابت کر دیا اور یہ بھی کہ مغل ذات کار فرمائی کا خاص سلیقہ رکھتی ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل و فہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں۔ یعنی دماغ اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں۔"

(سالنامہ "منادی" 1936ء صفحہ 178-179 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ہشتم صفحہ 109)

سامعین! 13 مارچ 1936ء کو امرتسر کی مسجد خیر الدین میں مولانا ظفر علی خاں مدیر اخبار "زمیندار" نے ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ کے مخالفوں اور حریفوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"کان کھول کر سن لو تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے، قرآن کا علم ہے.... مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن اس کے اشارے پر اس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے..... مرزا محمود کے پاس مبلغ ہیں، مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دنیا کے ہر ایک ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔"

("ایک خوفناک سازش" مصنف مولوی مظہر علی مظہر صفحہ 195-196)

سامعین! روزنامہ نوائے وقت حضرت مصلح موعودؓ کے وصال پر لکھتا ہے:

"آپ نے ساری دنیا میں بالعموم اور افریقہ، یورپ اور امریکہ میں بالخصوص احمدیہ مشن کھولے۔ اس سلسلہ میں آپ دو مرتبہ خود یورپ گئے۔ آپ نے کل 96 نئے مشن ہاؤس قائم کئے۔ یہ مشن افریقہ کے مغربی ساحل کے ملکوں میں خصوصیت سے عیسائی مشنوں کے مقابلے میں کام کر رہے ہیں۔ تحریک پاکستان کے دوران مرحوم مرزا بشیر الدین محمود نے مسلم لیگ کی حمایت کی۔ 1922ء میں آریہ سماجیوں نے یوپی میں مسلمانوں کو ہندو بنانے کی مہم شروع کی تو مرزا صاحب نے ارتداد کو روکنے کے لئے کافی کام کیا۔ آپ نے قرآن پاک کا ایک درجن سے زائد زبانوں میں ترجمہ کرایا۔ جن میں ڈچ، جرمن، انڈونیشین اور سواحیلی شامل ہیں۔ آپ 1931ء میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر بھی تھے۔
1948ء میں آپ نے جہاد کشمیر میں حصہ لینے کے لئے رضاکاروں کی فرقان بٹالین تیار کر کے ہائی کمان کے سپرد کر دی۔"

(روزنامہ "نوائے وقت" 9 نومبر 1965ء)

دیدۂ ظاہر میں اے محمود اک انساں ہے تُو
اہلِ دل کی دید میں پر بحر بے پایاں ہے تُو
تُو مقدّس باپ کے ہم رنگ اے محمود ہے
نصرتِ اسلام روحِ والد و مولود ہے
یہ حقیقت وہ ہے جو خود شاہد و مشہود ہے
لاجرم لاریب تُو ہی مصلح موعود ہے
تیرے دم سے اے مسیحی روح فاروقی دماغ
خانہ اسلام کا روشن ہوا دھندلا چراغ
عاشقانِ ملّتِ احمد کے دل ہیں باغ باغ
دشمنانِ تیرہ باطن کے ہیں سینے داغ داغ
حق نے باندھا ہے ترے سر سہرۂ فتح و ظفرؔ
اے بشیر الدین محمود احمد و فضلِ عمر